# ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تفسیر ”بیان القرآن“ کا جائزہ

غلام حیدر ☆

ڈاکٹر اسرار احمدؒ (م: ۲۰۱۰ء) کی قرآنی خدمات میں ”بیان القرآن“ ایک اہم حیثیت رکھتی ہے۔ ۱۹۸۴ء سے نمازِ تراویح کے دوران ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تفسیر بیان کرنا شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے اس دورۂ ترجمہ قرآن کو دنیا بھر میں مقبولیت حاصل ہوئی۔

۱۹۹۸ء میں کراچی کی قرآن اکیڈمی میں ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن کو ”بیان القرآن“ کے نام سے کتابی شکل میں شائع کرنے کا کام ڈاکٹر صاحب کی زندگی ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ اس کی ترتیب و تدوین کا بیڑا حافظ خالد محمود خضر نے اٹھایا اور اس کی اشاعت کا اہتمام انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا پشاور نے کیا۔ اس وقت تک ”بیان القرآن“ کی چار جلدیں سورۃ الکہف تک شائع ہو چکی ہیں۔

ذیل میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل ترجمہ و مختصر تفسیر ”بیان القرآن“ کی خصوصیات بیان کی جاتی ہیں:

(۱) ڈاکٹر صاحب بڑی سادہ زبان میں مدلّل طریقے سے تفسیری نکات پیش کرتے تھے۔ ایسا آسان اور قابلِ فہم طریقہ تفسیر استعمال کرتے کہ لوگوں کو بات سمجھ میں آجائے۔ سورۃ البقرۃ کی پہلی آیت کے ضمن میں حروفِ مقطعات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ”یہ حروفِ مقطعات ہیں، جن کے بارے میں یہ جان لیجیے کہ ان کے حقیقی، حتمی اور یقینی مفہوم کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے۔ یہ ایک راز ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مابین۔ حروفِ مقطعات کے بارے میں اگرچہ بہت سی آراء ظاہر کی گئی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی شے رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ البتہ یہ بات ثابت ہے کہ اس طرح کے حروفِ مقطعات کا کلام میں استعمال عرب میں معروف تھا، اس لیے کسی نے ان پر اعتراض نہیں کیا۔ قرآن مجید کی ۱۱۴ میں سے ۲۹ سورتیں ایسی ہیں جن کا آغاز حروفِ مقطعات سے ہوا ہے۔“ (۱)

ڈاکٹر صاحب مشکل سے مشکل مسائل پر بھی سادہ انداز سے گفتگو کرتے تاکہ سامعین قرآن کے پیغام کو سمجھنے میں کسی قسم کی دقت محسوس نہ کریں۔

(۲) ”بیان القرآن“ کے مطالعے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو ایک آیت کی تفسیر سے متعلق دوسری آیات حفظ تھیں۔ وہ جب ایک آیت کے تحت کسی موضوع کو بیان کرتے تو اس کے استشہاد میں قرآن کی دوسری

☆ لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف ایگریکلچر، فیصل آباد

آیت بیان کرتے۔ یعنی ان کی تفسیر من مانی تفسیر نہیں ہے‘ بلکہ قرآن پاک کی جس آیت کو بیان کیا‘ قرآن کی دوسری آیت سے اس کا استشہاد بھی بیان کیا۔ سورۃ الانعام کی آیت ۱۷ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ﴾

’’اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچا دی جائے کوئی تکلیف تو کوئی نہیں ہے اس کا دور کرنے والا سوائے اُس کے۔‘‘

ڈاکٹر صاحب اس آیت کے ضمن میں کہتے ہیں:

’’اب یہ توحید کا بیان ہے۔ تکلیف میں پکارو تو اُسی کو پکارو‘ کسی اور کو نہ پکارو۔ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (القصص:۸۸)۔ وہی مشکل کشا ہے‘ وہی حاجت روا ہے اور وہی تمہاری تکلیفوں کو رفع کرنے والا ہے۔‘‘(۲)

(۳) ’’بیان القرآن‘‘ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیات کی تشریح کے دوران اکثر مقامات پر احادیث سے بھی استشہاد کیا گیا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ......﴾

’’مزین کر دی گئی ہے لوگوں کے لیے مرغوباتِ دنیا کی محبت جیسے عورتیں اور بیٹے......‘‘

ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس آیت کے ضمن میں درج ذیل حدیث بیان کرتے ہیں:

((مَا تَرَكْتُ بَعْدِىْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ))

’’میں نے اپنے بعد مَردوں کے لیے عورتوں کے فتنے سے زیادہ ضرر رساں فتنہ اور کوئی نہیں چھوڑا۔‘‘ (۳)

(۴) ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنی تفسیر میں ہمیشہ خیال رکھا کہ کوئی بات جمہور علماء کے خلاف نہ ہو۔ ان کو اس چیز کا شدت سے احساس ہو گیا کہ تھا کہ جمہور کی رائے سے ہٹ کر رائے قائم کرنا اختلاف کا باعث بنتا ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت ۱۷ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝۱۷﴾

اگر کوئی شخص قرآن کی تفسیر لغت کی مدد سے کرنا چاہے گا تو ’’اَسحار‘‘ کا ترجمہ کرے گا دل کی گہرائی۔ یعنی ’’الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ‘‘ کا مطلب ہوا ’’دل کی گہرائی سے استغفار کرنے والے‘‘۔ حالانکہ اس کا مناسب مطلب وہی ہے جو ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے:

’’اور اوقاتِ سحر میں مغفرت چاہنے والے۔‘‘(۴)

ڈاکٹر صاحب کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ انہوں نے اَسلاف کے ساتھ اپنا رشتہ قائم رکھا اور انہیں اس پر فخر تھا۔

(۵) ’’بیان القرآن‘‘ کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں قرآنی آیات کی تشریح کے دوران ڈاکٹر صاحب نے علامہ اقبال (م:۱۹۳۸ء) کے اشعار جابجا quote کیے ہیں اور یہ بات لوگوں کی دلچسپی کا باعث ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۹ میں ارشاد ہے:

﴿اُولٰۗىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝۱۷۹﴾

''یہ چوپایوں کی مانند ہیں' بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غافل ہیں۔''

ڈاکٹر صاحب اس آیت کی تشریح میں کہتے ہیں:

''جب انسان ہدایت سے منہ موڑتا ہے اور ہٹ دھرمی پر اتر آتا ہے تو نتیجتاً اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے...... اب اُن کا دیکھنا حیوانوں جیسا دیکھنا رہ جاتا ہے اور اُن کا سننا حیوانوں جیسا سننا۔ جیسے کتا بھی دیکھ لیتا ہے کہ گاڑی آ رہی ہے مجھے اس سے بچنا ہے۔ جبکہ انسانی دیکھنا تو یہ ہے کہ انسان کسی چیز کو دیکھے' اس کی حقیقت کو سمجھے اور پھر درست نتائج اخذ کرے۔ اسی فلسفے کو علامہ اقبال نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا!(۵)

(۶) چونکہ ''بیان القرآن'' میں عوام کے اندر قرآنی پیغام کو عام کرنے کی غرض پیش نظر ہے اس لیے اس کو عام فہم رکھنے کے لیے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ چنانچہ زیادہ علمی بحثوں سے گریز کیا گیا ہے۔

(۷) مختلف مذاہب کی تاریخ بھی ''بیان القرآن'' میں ملتی ہے۔ سورۃ التوبہ کی آیت ۳۰ کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''متھرا ازم'' ایک قدیم مذہب تھا جس کا مرکز مصر تھا۔ اس مذہب میں پہلے سے یہ تثلیث موجود تھی:

"God the father, Horus the Son of God and Isis the Mother Goddess."

یعنی خدا' خدا کا بیٹا اور اس کی ماں آئسس دیوی۔ یہ پہلی تثلیث تھی جو مصر میں بنی۔ پھر جب سینٹ پال نے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی اور اس کا دائرہ غیر اسرائیلیوں (gentiles) تک وسیع کر دیا تو اہل مصر کی نقالی میں تثلیث جیسے نظریات عیسائیت میں شامل کر لیے گئے تاکہ ان نئے لوگوں کو عیسائیت اختیار کرنے میں آسانی ہو۔ چنانچہ عیسائیت میں جو پہلی تثلیث شامل کی گئی وہ یہی تھی کہ ''خدا' خدا کا بیٹا یسوع اور مریم مقدس۔'' تو انہوں نے قدیم مذاہب کی نقالی میں یہ تثلیث ایجاد کی تھی۔''(۶)

(۸) کسی بھی سورت کی تفسیر بیان کرنے سے قبل ڈاکٹر صاحب اس سورت کا خلاصہ بیان کرتے ہیں اور اس سورت کا دیگر سورتوں کے ساتھ ربط وتعلق بھی واضح کرتے ہیں۔ اس ضمن میں مولانا حمید الدین فراہی (م:۱۹۳۰ء) اور مولانا امین احسن اصلاحی (م:۱۹۹۷ء) کے بیان کردہ نظم قرآن سے ڈاکٹر صاحب نے کافی استفادہ کیا ہے۔ سورۃ الانفال کی تشریح کے آغاز میں کہتے ہیں:

''سورۃ الانفال مدنی سورت ہے اور اس کا سورۃ التوبہ (مدنی) کے ساتھ جوڑا ہونے کا تعلق ہے۔ اس گروپ کی چاروں سورتوں میں معنوی ربط یوں ہے کہ پہلی دو مکی سورتوں (الانعام اور الاعراف) میں مشرکینِ عرب پر رسول اللہ ﷺ کی مسلسل دعوت کے ذریعے اتمامِ حجت ہوا اور بعد کی دو مدنی سورتوں (الانفال اور التوبہ) میں اس اتمامِ حجت کے جواب میں ان لوگوں پر عذاب کا تذکرہ ہے۔ موضوع کی اس مناسبت کی بنا پر یہ چاروں سورتیں دو دو کے دو جوڑوں کے ساتھ ایک گروپ بناتی ہیں۔''(۷)

سورۃ الحج کی آیت ۵ کی تشریح کے دوران ڈاکٹر صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے مولانا اصلاحی کے بیان کردہ نظام القرآن سے بہت استفادہ کیا ہے۔(۸)

مولانا امین احسن اصلاحی (م: ۱۹۹۷ء) کی تفسیر تدبّر قرآن میں بھی قرآن مجید کی مختلف سورتوں کو ایک دوسرے کا جوڑا قرار دیا گیا ہے' لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے نص قطعی کے ذریعے قرآن کی مختلف سورتوں کو جوڑا قرار دیا ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی روشنی میں سورتوں کے جوڑوں کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ تاہم بعض احادیث میں اس ضمن میں لطیف اشارات ملتے ہیں۔

**(۹)** ''بیان القرآن'' میں کسی آیت کا ترجمہ یا تفسیر کرتے وقت اس آیت کے سیاق و سباق کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶﴾

''نجم'' کا معنی ہے ستارہ اور ''شجر'' کا معنی ہے درخت۔ اب اس آیت کے یہ معنی بن سکتے ہیں ''ستارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں''اسی طرح ''النجم'' کے معنی ''ستارے'' کے علاوہ وہ پودے ہیں جن کی جڑیں نہیں ہوتیں۔ ڈاکٹر صاحب نے سیاق و سباق کو مدنظر رکھتے ہوئے یوں ترجمہ کیا ہے:

''جھاڑیاں اور درخت' سب اللہ کے سامنے سجدے میں ہوتے ہیں۔''(۹)

**(۱۰)** ''بیان القرآن'' میں مختلف مذاہب اور فرقوں پر تنقید بھی ملتی ہے۔ سورۃ التوبہ کی آیت ۳۱ میں جہاں احبار' رہبان اور مسیح ابن مریم کو رب بنانے کا ذکر ہے' ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں:

''آج بھی پوپ کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ جو چاہے فیصلہ کرے۔ جیسا کہ اس نے ایک فرمان کے ذریعے سے یہودیوں کو دو ہزار سال پرانے اس الزام سے بری کر دیا کہ انہوں نے حضرت مسیحؑ کو سولی پر چڑھایا تھا۔ گویا اسے تاریخ تک کو بدل دینے کا اختیار ہے' اسی طرح وہ کسی حرام چیز کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے سکتا ہے۔''(۱۰)

اسماعیلی فرقے کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں:

''ان کا امامِ حاضر معصوم ہوتا ہے اور اسے اختیار حاصل ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے۔ اس طرح انہوں نے شریعت کو ساقط کر دیا ہے۔ تاہم یہ معاملہ بالخصوص گجرات (انڈیا) کے علاقے میں بسنے والے اسماعیلیوں کا ہے' جبکہ ہنزہ میں جو اسماعیلی آباد ہیں ان کے ہاں شریعت موجود ہے' کیونکہ یہ پرانے اسماعیلی ہیں جو باہر سے آ کر یہاں آباد ہوئے تھے۔'' (۱۱)

بعض مقامات پر ڈاکٹر صاحب نے اہلِ تشیع پر بھی تنقید کی ہے۔ جو بات حق ہے اور احادیث میں اس کا ذکر ہے' ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے تفسیر قرآن میں کسی کی پروا کیے بغیر اس کا ذکر کیا ہے اور اس طرح حق بات کہنے میں ان کو کئی بار بھاری قیمت بھی ادا کرنا پڑی۔

**(۱۱)** ڈاکٹر صاحب چونکہ انگریزی زبان پر بھی دسترس رکھتے تھے اس لیے بیان القرآن میں انگریز فلاسفہ کے اقوال اور انگریزی الفاظ کا استعمال اکثر مقامات پر نظر آتا ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ۳ کی تشریح میں ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں:

''ہدایت قرآنی کا نقطۂ آغاز یہ ہے کہ انسان یہ سمجھ لے کہ جو اصل حقیقت ہے وہ اس کی نگاہوں سے مستور

ہے۔انگلستان کے بہت بڑے فلسفی بریڈلے (Bradley) کی کتاب کا عنوان ہے: "Appearance and Reality"۔اس نے لکھا ہے کہ جو کچھ نظر آرہا ہے یہ حقیقت نہیں ہے' حقیقت اس کے پیچھے ہے۔کنفیوشس (۵۵۱ تا ۴۷۹ ق م) چین کا بہت بڑا حکیم اور فلسفی تھا' اس کی تعلیمات میں اخلاقی رنگ بہت نمایاں ہے۔اس کا ایک جملہ ہے:

*There is nothing more real than what can not be seen; and there is nothing more certain than what can not be heard.*

یعنی وہ حقائق جو آنکھوں سے دیکھے نہیں جاسکتے اور کانوں سے سنے نہیں جاسکتے ان سے زیادہ یقینی اور واقعی حقائق کوئی اور نہیں ہیں۔''(۱۲)

**(۱۲)** اقامتِ دین کی جدوجہد چونکہ ''بیان القرآن'' کے مفسر کا خاص میدان تھا اس لیے قرآن مجید میں جہاں جہاں اقامتِ دین کے حوالے سے آیات آئی ہیں' ڈاکٹر صاحب نے اپنا موقف تفصیل سے بیان کیا ہے اور لوگوں کو جدوجہد پر ابھارا ہے۔ جب ہم سورۃ الانفال' سورۃ التوبہ' سورۃ الصّف اور ان مضامین کی حامل دیگر سورتوں کی تشریح پڑھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ بیان القرآن ایک انقلابی اور حرکی تفسیر ہے۔سورۃ التوبہ کی آیت ۱۶ کی تشریح کے ضمن میں یہ جملہ ملاحظہ ہو:

''یہ دنیوی رشتوں کے خوشنما بندھن جب تک ایمان کی تلوار سے کٹیں گے نہیں' اُس وقت تک اللہ اور دین کے ساتھ تمہارا اخلاص کیسے ثابت ہوگا!''(۱۳)

**(۱۳)** ڈاکٹر اسرار احمدؒ چونکہ سائنس کے طالب علم بھی رہے ہیں اس لیے ''بیان القرآن'' میں سائنسی مثالیں جا بجا ملتی ہیں۔سورۃ الانعام کی آیت ۱۱۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ۝۱۱۳﴾

''اور (ایسا اس لیے ہے) تاکہ مائل ہو جائیں اس کی طرف ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تاکہ وہ اس کو پسند بھی کریں اور پھر وہ اپنے برے اعمال کا جو بھی انبار جمع کرنا چاہتے ہیں جمع کر لیں۔''

بیان القرآن میں اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے:

''اس فلسفے کو ایک مثال سے سمجھئے۔پانی کا electrolysis کریں تو negative اور positive چارج والے آئنز (ions) الگ الگ ہو جاتے ہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں حق و باطل کی جو کشاکش رکھی ہے' اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کھرے اور کھوٹے کی ionization ہو جاتی ہے۔اہلِ حق نکھر کر ایک طرف ہو جاتے ہیں اور اہلِ باطل دوسری طرف۔اس طرح انسانی معاشرے میں اچھے اور برے کی تمیز ہو جاتی ہے۔'' (۱۴)

جب اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کے سامنے سائنسی مثالوں کے ذریعے قرآن مجید کی تشریح کی جاتی ہے تو وہ اس کا گہرا اثر قبول کرتا ہے۔ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اپنے سائنسی علم کو اس مقصد کے لیے خوب استعمال کیا۔

**(۱۴)** میڈیکل سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب نے تخلیق انسان کے مختلف مراحل پر بھی

کھل کر گفتگو کی ہے اور قرآن کے مطالب بیان کرنے میں اپنی میڈیکل کی اصطلاحات سے بھرپور فائدہ اُٹھایا ہے۔ سورۃ المومنون کی آیت ۱۴ کی تشریح کے دوران لفظ عَلَقَة کے روایتی بیان کردہ معنی ''جما ہوا خون'' سے انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

> ''ہماری معلومات مشاہدے کی بنیاد پر تھیں اور کوئی dissection یا مائیکروسکوپ وغیرہ نہیں تھی۔ اگر حمل گرتا ہے تو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے نکلتے ہیں جس کی وجہ سے ''عَلَقَه'' کا ترجمہ جمے ہوئے خون کا لوتھڑا کیا جاتا' حالانکہ ع ل ق کا کیا تعلق ہے جمے ہوئے خون سے؟ اس سے لفظ معلق بنا ہے' متعلق بنا ہے' تعلق بنا ہے' علاقہ بنا ہے۔ اب معلوم ہوا ہے کہ نطفہ ماں کے رحم کی دیوار کے ساتھ embed ہو جاتا ہے' پھر وہ اس سے نکل کر دیوار کے ساتھ لٹک جاتا ہے۔ جیسے جونک کسی چیز کے ساتھ چمٹ جائے اور پھر وہ لٹک جائے۔ تو جونک کی طرح یہ نطفہ رحم مادر کی دیوار کے ساتھ لٹک جاتا ہے۔ اب یہ 'علقه' ہے۔'' (۱۵)

مندرجہ بالا اندازِ تفسیر ڈاکٹر صاحب کو مفسرین میں ایک ممتاز مقام عطا کرتا ہے۔

## نتیجہ بحث

''بیان القرآن'' کی مندرجہ بالا خصوصیات کو اگر مدنظر رکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ''بیان القرآن'' ایک ایسی تفسیر ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقے کے لیے خصوصی کشش کا باعث ہے۔ چونکہ یہ ایک مختصر تفسیر ہے اس لیے اس کے ذریعے کم وقت میں پورے قرآن کے مطالب و معانی تک رسائی ممکن ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ''بیان القرآن'' میں مشکل اور پیچیدہ اصطلاحات کا استعمال کم سے کم کیا ہے جس کی بدولت ایک قاری اور سامع اس تفسیر سے بآسانی استفادہ کرسکتا ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اکیسویں صدی کے تفسیری لٹریچر میں ''بیان القرآن'' ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

## حوالہ جات


(۱) ڈاکٹر اسرار احمد' بیان القرآن' ۱/ ۱۲۲' انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا پشاور' اشاعت پنجم' مئی ۲۰۱۱ء

(۲) ایضاً' ۳/ ۱۸' اشاعت اول' جولائی ۲۰۱۱ء

(۳) ایضاً' ۲/ ۱۷' اشاعت دوم' اپریل ۲۰۱۱ء

(۴) ایضاً' ۲/ ۱۹

(۵) ایضاً' ۳/ ۱۹۱

(۶) ایضاً' ۳/ ۲۷۷

(۷) ایضاً' ۳/ ۲۰۷

(۸) ایضاً' سورۃ الحج' آیت ۵' آڈیو ریکارڈنگ' MP3 انجمن خدام القرآن کراچی' ۱۹۹۸ء

(۹) ایضاً' سورۃ الرحمٰن' آیت ۶' آڈیو ریکارڈنگ' MP3

(۱۰) ایضاً' ۳/ ۲۷۷

(۱۱) ایضاً' ۳/ ۲۷۷-۲۷۸

(۱۲) ایضاً' ۱/ ۱۲۳-۱۲۴

(۱۳) ایضاً' ۳/ ۲۶۹

(۱۴) ایضاً' ۳/ ۷۰

(۱۵) ایضاً' سورۃ المومنون' آیت ۱۴' آڈیو ریکارڈنگ' MP3


❁❁❁